

اسلام کا تصور حلال و حرام

ارکانِ خمسہ کے بعد اسلام کے جملہ مباحث میں سے حلال و حرام کا مسئلہ سب سے زیادہ اہم ہے اس لئے کہ یہی فعل اور ترک کا معیار ہے۔ اسی سے فرد مسلم کی زندگی تشکیل پاتی ہے۔ اور اسی سے اسلامی معاشرہ دوسرے غیر اسلامی معاشرہ سے امتیاز پاتا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو گزشتہ ادوار سے ثابت چلی آرہی ہے۔ موجودہ دور میں اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے اس لئے کہ آج عقیدے کی گرفت ڈھیلی ہو رہی ہے۔ اجتماعیت کے مختلف آراء و افکار نئے انداز سے انسانی ذہن کو مغلوب کر رہے ہیں موجودہ مادی ترقی کے گھمنڈ میں انسان احکام خداوندی کو پس پشت ڈال رہا ہے۔ مختلف آزاد سوسائٹیوں کے اختلاط سے بعض مسلمان بزمِ خویش "وسیع انتظار" ہو کر اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود کو بڑی جرأت سے پامال کر رہے ہیں۔ باطل مسلمانوں کو "تنگ نظر" کہہ کر اپنے کثوت کے لئے وجہ جواز پیش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک موجودہ "دورِ نور" اور "دورِ حریت" میں اس طرح کے مسائل چھیڑنا ہی نامناسب ہیں۔ بقول ان کے یہ تو اس دور کی باتیں ہیں جب کہ انسان جہالت اور تاریکی میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ اُس دور کے انسان کے لئے بے شک یہ باتیں ایک بہترین راہ نامائی تھیں۔ لیکن آج کا انسان جو علمی اور فنی لحاظ سے بہت آگے نکل گیا ہے۔ اس طرح کی باتوں کا محتاج نہیں۔

لیکن میں پوچھتا ہوں۔ کیا حلال و حرام کا مسئلہ دیگر قانونی مسائل کی طرح ایک قانونی مسئلہ نہیں جن سے نظام، حقوق انسانی اور صالح معاشرے کے تحفظ کا ضمانت ملتی ہے۔ اور جن کی حمایت ہمیشہ سے حکما کرتے رہے ہیں؟ قانون اور حریت انسانی میں کب تعارض رہا ہے؟ حقیقت میں حریت انسانی کو تقویت قانون سے ہی ملی۔ لیکن جب بھی حریت قانون سے آزاد ہوئی انسانی معاشرہ فساد، ظلم و بربریت، لوٹ کھسوٹ اور خون ریزی کا شکار ہوا۔ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ حقیقی "دورِ نور" تو وہی ہے جس میں حریتیں محفوظ ہوں۔ انسان کی عزت و کرامت برقرار ہو۔ اور دولت و حکومت اخلاقی و روحانی بنیادوں پر استوار ہو۔ لیکن اگر ان تمام بنیادوں کو پامال کیا جا رہا ہو۔ ہر طرف مطلق العنانیت کا دور دورہ ہو۔ حیوانیت انسان کا لبادہ اوڑھ کر زندگی میں مصروف ہو۔ انسان کے ہاتھوں لٹ رہا ہو کسی کی جان محفوظ ہو نہ کسی کا مال۔ مادی اوزار سے بیس

انسان کمزور ضعیف اور نہتے انسانوں کو تختہ مشق بنا رہا ہو۔ تو ایسے دور کو روشنی کا دور کیسے کہو گے؟ ترقی اور حریت کا دور کیسے کہو گے؟ ہماری نظریں تو یہی دور جہالت ہے ہم تو اسی دور کو ظلمتوں اور تاریکیوں کا دور کہیں گے۔ اگرچہ ظاہرہ طور پر اس دور کی راتیں دن کی روشنیوں سے زیادہ روشن ہوں۔ ہماری نظریں تو یہی دور غلامی ہے اگرچہ آزادی اور حریت کے نعرے ہر چہار جانب سے سنائی دے رہے ہوں۔

حلال و حرام کا مسئلہ فالص قانونی مسئلہ ہے جو حریت انسانی کی ضمانت دیتا ہے اور انسانوں کے لئے اس کی حدود متعین کرتا ہے۔ اسی اہم مسئلے کی وجہ سے اعمال کے کرنے اور نہ کرنے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اسی کی برکت سے انسان کے سامنے واضح لائحہ عمل ہوتا ہے۔ حلال و حرام کا تصور ہی ہے جس کے طفیل انسان نہایت انسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ کون سا عمل دنیا و آخرت کے اعتبار سے نفع بخش ہے اور کون سا غیر نفع بخش۔ اسی سے اچھائی و برائی، نیکی اور بدی میں بھی تمیز کر سکتا ہے۔

شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اکمل الشرائع و اعدل القوانين ہے۔ حلال و حرام کی تفصیلات دے کر انسان پر رحم کیا۔ دونوں جہاں کی تنگی اور تکلیف سے عفو ظ کر کے ہر طور سے اس کی بھلائی کا انتظام کیا۔ حیرت کی بات ہے کچھ لوگ حلال و حرام کے تصور سے گھبراتے ہیں وہ سمجھتے ہیں یہ سراسر باعث تکلیف ہے۔ اس میں شدت ہے۔ مشقت اور حرمان ہے۔ یہ تصور قطعاً غلط ہے یہ کلمات کفر ہیں۔ اس لئے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

”یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر“^۱
یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری آسانی چاہتا ہے۔ تمہاری تنگی اور تکلیف نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”احب الدین الی اللہ الحنفیۃ السمحۃ“^۲ یعنی اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب دین حنفیت (اسلام) ہے جو آسان ہے۔

امام قسطلانی^۳ الحنفیۃ والسمحۃ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

الحنفیۃ ای المائلۃ عن الباطل الی الحق والسمحۃ ای السہلۃ^۴
(یعنی حنفیت کا مطلب ہے وہ دین جو باطل سے حق کی طرف مائل ہے۔ اور السمحۃ کا مطلب ہے آسان) ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی وضاحت سے فرمایا:-

ان الدین یسرولن یشاد الدین احد الاغلبہ فسد دوا وقاربوا والبشر دایعنی دین آسان ہے اور جو دین میں تشدد سے کام لیتا ہے تو وہ اسی پر غالب آتا ہے لہذا اعتدال کا راستہ اختیار کرو۔ قریب لاؤ۔ اور

خوشخبری دو) امام قسطلانی لکھتے ہیں کہ فسدوا السداد سے ہے جس سے مراد توسط فی العمل ہے۔ یعنی افراط و تفریط کو چھوڑ کر توسط فی العمل کی پابندی کرتے رہو۔

حقیقت یہ ہے کہ دین اسلام نہایت ہی آسان، قابل عمل اور فطرت انسانی کے عین مطابق ہے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر خصوصی رحم فرمایا ہے کہ ایسا سادہ عام فہم اور سہل دین عطا کیا جو ہر طرح کی تنگی اور تکلیف سے منزہ ہے۔ سورہ الحج میں اللہ تعالیٰ کا خود اعلان ہے۔

”وما جعل علیکم فی الدین من حرج“ اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں۔
یعنی تمہاری زندگی کو ان تمام بے جا قیود سے آزاد کر دیا گیا ہے جو پھلی امتوں کو فقہیوں اور فریسیوں اور پاپوں نے عائد کر دی تھیں۔ نہ یہاں فکر و خیال پر وہ پابندیاں ہیں جو علمی ترقی میں مانع ہوں اور نہ غلی زندگی پر وہ پابندیاں ہیں جو تمدن اور معاشرے کی ترقی میں رکاوٹ بنیں۔ ایک سادہ اور سہل عقیدہ و قانون تم کو دیا گیا ہے جس کو لے کر تم جتنا آگے چاہو بڑھ سکتے ہو۔ یہاں جس مضمون کو شہوتی و ایجابی انداز میں بیان کیا گیا ہے وہی ایک دوسری جگہ سلبی انداز میں ارشاد ہوا ہے کہ

یا مہرہم بالمعروف ونہرہم عن المنکر ویحل لہم الطیبت ویحرم علیہم الخبیث ویضع عنہم اصرہم والا غلل الی کانت علیہم۔

یہ رسول ان کو جانی پہچانی نیکیوں کا حکم دیتا ہے۔ اور ان برائیوں سے روکتا ہے جن سے فطرت انسانی انکار کرتی ہے اور وہ چیزیں حلال کرتا ہے جو پاکیزہ ہیں۔ اور وہ چیزیں حرام کرتا ہے جو گندی ہیں اور ان پر سے وہ بھاری بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے۔ اور وہ زنجیریں کھوٹتا ہے جن میں جکڑے ہوئے تھے۔ (اعراف آیت ۱۵)

شرعیات اسلامیہ میں حلال و حرام کے مسئلے پر تین پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے۔

۱۔ حلال - ۲۔ حرام - ۳۔ مشتبہات۔

جہاں تک پہلے دو یعنی حلال و حرام کا تعلق ہے وہ نصوص شرعیہ میں بالصرحت موجود ہیں۔ لیکن مشتبہات وہ امور ہیں جن کی حلت یا حرمت واضح طور سے نصوص میں موجود نہ ہو۔ ایسے مشتبہ امور سے بچنا تقویٰ ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

”الحلال بین والحرام بین و بینہما مشتبہات لا یعلمہا کثیر من الناس فمن اتقى المشتبہات استبرأ لدينہ وعرضہ، ومن وقع فی الشبہات استبرأ

لہ ارشاد ساری تہ تفہیم القرآن۔ سورہ حج حاشیہ ۱۳۰

لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات كراعى يرعى حول الحمى، يوشك ان يواقعہ۔ الا وان لكل ملك حمى الا ان حمى الله في ارضه محاصلة له
 (یعنی حلال واضح ہے اور حرام (بھی) واضح ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے
 پس جو کوئی ان سے بچا اس نے اپنا دین اور اپنی عزت بچالی۔ اور جو ان مشتبہات میں پڑا تو اس کی مثال اس چرواہے
 کی سی ہے جو اپنے مال مویشی کو کسی اور کی چراگاہ کے قریب چراتا ہے جو کسی بھی وقت اس میں داخل ہو سکتے ہیں
 نبردوار! ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے۔ اور اللہ کی زمین پر اللہ کی چراگاہ اس کے حرام ہیں۔)
 آئندہ سطور میں حلال و حرام اور مشتبہات پر جدا جدا بحث کی جاتی ہے۔

حلال | امام غزالی "حلال کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

"هو الذى خلا عن ذات الصفات الموجبة للتحريم في عينه واخل عن اسبابه
 ما تطرق اليه تحريما او كراهيته - ومثاله الماء الذى يأخذ الانسان من المطر
 قبل ان يقع على ملاء احد - ويكون هو واقفا عند جمعه وأخذ من الهواء
 في ملك نفسه او في ارض مباحة" ۱

(یعنی حلال وہ ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے ان تمام صفات سے خالی ہو جو تحریم کا موجب ہوتی ہیں نیز
 ان تمام اسباب سے بھی میرا جو جن کی وجہ سے تحریم اور کراہیت اس کی طرف راہ پاتی ہیں۔ اس کی سب سے اچھی
 مثال وہ پانی ہے جسے کوئی بارش سے حاصل کرے۔ بشرطیکہ وہ کسی اور کے ملک میں پڑنے سے قبل نہو اسے
 ہی اپنے ملک یا کسی ارض مباح میں کھڑے ہو کر اُسے لے
 صاحب دائرۃ المعارف حلال کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں۔

هو ما اباحته الكتب والسنة لسبب جائز مباح . وفي الطريقة ما لا بد فيه من
 العلم ولا يكون فيه شبهة كأكمل هدايا الملوك والسلاطين . وقد عرفه البعض
 بأنه الذى قد انقطع عنه حق الغير والحلال ضد الحرام لغة وشرعا
 والحلال بين هو الظاهر غير المتأني المنصوص الدينية . وعند المسلمين هو
 ما نص الله تعالى ورسوله واجمع المسلمون على تحليم بعينهم او جنسهم ومنه ما لم
 يعلم فيه منع ۲

۱ صحیح بخاری - کتاب الایمان - باب فضل من استبرأ لدينه ۲ اجیاء العلوم الدین ج ۲ - ص ۸۲۷

۳ دائرۃ المعارف ج ۷ ص ۱۳۴ -

یعنی حلال وہ ہے جسے کتاب و سنت نے کسی جائز اور مباح سبب سے اس کو حلال قرار دیا ہو۔ نیز اس کی حالت پر علم بھی حاصل ہو جائے۔ اور اس میں کسی قسم کا شبہ بھی نہ پایا جائے۔ جیسے بادشاہ اور سلاطین کے تحفے و تحائف ہوتے ہیں اور بعض کو بعض سے اس طور سے پہنچا نا جائے کہ اس سے دوسرے کا حق جدا کیا گیا ہو۔ اور حلال لغت و شریعت کے اعتبار سے حرام کی ضد ہے جو ظاہر اور باہر ہے۔ اور نصوص و دینیہ سے کسی بھی صورت میں منافی نہیں۔ مسلمانوں کے نزدیک حلال وہ ہے جس پر قرآن و سنت کی نص وارد ہوئی ہو۔ یا جس کی بعینہ یا بحسبہ حالت پر سارے مسلمان متفق ہوں جن میں سے ایک بات یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کے بارے میں منع نہیں آئی حلال ہے۔

القشانی نے بیان کیا ہے :-

اختلف في تعريف الحلال ف قيل هو ما لم يعرف انه حرام ، وقيل هو ما عرف اصله

والاول ارفق بالناس لاسبما في هذا الزمان

یعنی لوگوں نے حلال کی تعریف میں اختلاف کیا۔ کسی نے کہا حلال وہ ہے جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ حرام ہے کسی نے کہا کہ حلال وہ ہے جس کی اصل معلوم ہو پہلی تعریف زیادہ آسان ہے لوگوں کے واسطے اور خصوصاً مروجہ زمانے میں اس سلسلے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ جن چیزوں کو قرآن و سنت نے ممنوع نہ کیا ہو وہ حلال ہیں جیسا کہ فقہاء کا مشہور قول ہے

”الا باحة اصل في الاشياء“^۱ یعنی اباحت تمام اشیاء میں مسلمہ اصول ہے

دوسرے الفاظ میں ہر چیز حلال ہے جب تک شریعت نے اسے ممنوع قرار نہ دیا ہو۔ بعض فقہاء نے اس اصول سے اختلاف کیا ہے۔ ان کا موقف ہے کہ ہر چیز ممنوع ہے جب تک شریعت نے اسے مشروع قرار نہ دیا ہو۔ لیکن یہ اصول ناقابل عمل ہے اور قرآنی ہدایات کے بھی خلاف ہے۔

قرآن حکیم کا اعلان ہے :-

”هو الذي خلق لكم ما في الارض جميعا ثم استوى الى السماء فسواهن سبع

سموات و هو بكل شئ عليم“

یعنی اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہارے لئے پیدا کیا وہ سب کچھ جو زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف متوجہ

۱۔ بحوالہ مجلۃ الایمان - اپریل مئی ۱۹۶۶ء رباط ۱۹۶۷ء نور الانوار ص ۱۹۷ بیس آف شریعہ ص ۵۶۷

۲۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۹

ہوا تو ٹھیک کیا ان کو سات آسمان اور وہ ہر چیز سے واقف ہے۔
دوسری جگہ ارشاد ہے۔

”الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَةً
ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً“ ۱

یعنی کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کام لگائے تمہارے، جو کچھ ہیں آسمان اور زمین میں اور بھروسہ تم کو
اپنی نعمتیں کھلی اور چھپی تھیں

قرآن حکیم کے ان ارشادات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ہر چیز انسان کے فائدے کے لئے پیدا کی
گئی ہے جس کا واضح مقصد یہی نظر آتا ہے کہ ہر چیز انسان استعمال کر سکتا ہے الّا یہ کہ شریعت نے اسے ممنوع قرار دیا ہو۔
شریعت اسلامیہ نے اللہ تعالیٰ کے ان انعامات میں سے مشروع و ممنوع، حلال و حرام چیزوں کو صاف صاف
بیان کیا ہے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ فِهٖو حَلَالٌ، وَمَا حَرَّمَ فِهٖو حَرَامٌ، وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فِهٖو
عَفْوٌ فَاقْبَلُوْا مِنَ اللّٰهِ عَافِيَةً فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُنْ يَنْسِئْ شَيْئًا، وَقَلَّ وَمَا
كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا۔ ۲

یعنی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن حکیم) میں حلال قرار دیا وہ حلال ہے اور جس چیز کو حرام قرار دیا وہ
حرام ہے اور جس سے سکوت فرمایا تو وہ معاف ہے۔ یس اللہ تعالیٰ سے اس کی عافیت قبول کرو۔ اس لئے کہ
اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بھولتے نہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی و ما ربك نسيئا ۳

۲ حرام | حرام بین وہ ہے جس پر نص وارد ہوئی ہو۔ یا جس کی حرمت پر اجماع واقع ہوا ہو۔ امام غزالی
حرام کی تعریف الفاظ سے کرتے ہیں۔

والْحَرَامُ الْمَحْضُ هُوَ مَا فِيْهِ صِفَةٌ مَّحْرُومَةٌ لَا يَشْكُ فِيْهَا كَالشَّهْدَةِ الْمَطْرِبَةِ
فِي الْحُمْرِ وَالْجَنَاسَةِ فِي الْبَوْلِ اَوْ حَصْلُ سَبَبٍ مِنْهُى عَنْهُ قَطْعًا كَالْحَصْلِ
بِالظُّلْمِ وَالْبِرِّ وَنَظَائِرِهِ ۴

یعنی حرام محض وہ ہے جس کے اندر حرام کرنے والی صفت ہو اور اس میں کسی شک اور ریب کی بھی گنجائش نہ ہو۔

۱ سورہ لقن آیت ۲ ۲ موضع القرآن ۳ الحاکم لکھ دائرة المعارف ج ۷ ص ۱۲۴

۴ اجیاء العلوم الدین، کتاب الحلال والحرام ج ۲ ص ۸۲۸

جیسے کہ شراب میں سستی ہے اور بول میں نجاست ہے یا کوئی چیز جو کسی قطعی ممنوع سبب سے حاصل کی گئی ہو مثلاً محصولات ظلم و ریا وغیرہ۔

امام غزالیؒ اموال حرام کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔
کوئی مال یا تو اپنی ذات کے اعتبار سے حرام ہوتا ہے یا اس کے اکتساب میں خلل پڑ جانے کی وجہ سے یہ حرام ہو جاتا ہے۔ اس قاعدے کے پیش نظر وہ جملہ اموال کی مندرجہ ذیل دو قسمیں بناتے ہیں۔
پہلی قسم | ان اصول کی ہیں جن کی ذات میں کوئی ایسی صفت موجود ہو جس کی وجہ سے وہ حرام ہو چکی ہوں مثلاً خمر اور خنزیر وغیرہ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ زمین پر اشیائے ماکولات تین طرح کی ہیں۔ یا تو یہ معدنیات میں سے ہوں گی جیسے نمک وغیرہ یا نباتات اور حیوانات میں سے۔

جہاں تک معدنیات کا تعلق ہے یہ زمین کے اجزاء ہیں اور یہ وہ چیز جو زمین سے نکلتی ہے ان میں سے کوئی بھی چیز حرام نہیں جب تک کہ اس کا کھانا مضر نہ ہو۔ جیسے بعض انہی میں سے زہر کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ نباتات میں سے وہی چیزیں حرام ہیں جو عقل و صحت اور حیات کو نازل کرنے والی ہیں۔

لیکن حیوانات کی تقسیم دو طرح کی گئی ہے ایک وہ حیوان ہیں جو کھائے جاتے ہیں اور دوسرے وہ جو کھائے نہیں جاتے۔ ان دونوں اقسام کی تفصیل کتاب الاطعمہ میں موجود ہے۔ جو حیوانات کھائے جانے والے ہیں وہ بھی تب حلال ہیں جب انہیں شرعی طریقے سے ذبح کیا جائے۔ لیکن اگر شرعی طریقے سے انہیں ذبح نہ کیا جائے یا اپنی موت مر جائیں تو وہ بھی حرام ہیں۔ علاوہ ازیں کوئی بھی جانور حلال نہیں سوائے مچھلی اور بٹھڑی کے۔

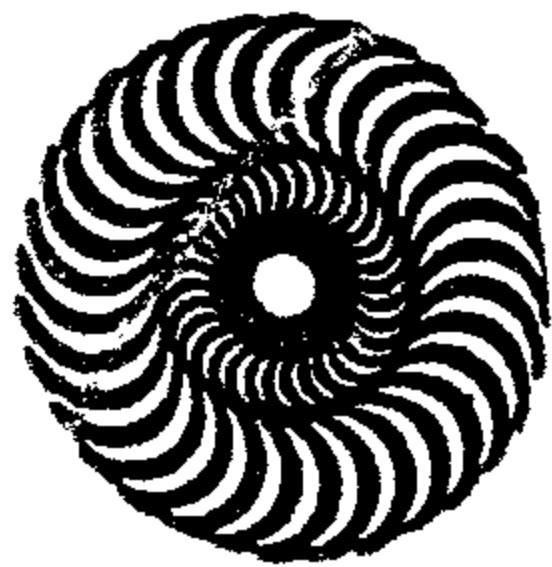
دوسری قسم | ان اموال کی ہیں جو نباتات ہیں لیکن جنب ان کے اکتساب میں غیر شرعی اور منہی عنہ ذرائع استعمال کئے جائیں تو یہی اموال حرام ہو جاتے ہیں۔ مثلاً معا دن۔ مال فنی۔ غنیمت۔ زکوٰۃ۔ وقف و نفقہ بیع و اجارہ ہبہ و وصیہ صدقہ اور میراث سارے اموال بذاتہ حلال ہیں۔ لیکن ہر ایک کے حصول کے لئے شریعت اسلامیہ نے کچھ ضوابط دئے ہیں جن میں خلل پڑ جانے سے یہ سارے اموال حرام ہو جاتے ہیں۔ (باقی)

لے مذکورہ بالا بحث اعتبار العلوم کے کتاب الحلال والحرام کے باب "اصناف الخایل ودرخلہ" کا خلاصہ ہے تفصیل کیلئے ادیباء علوم الدین ج ۲ ص ۸۱۷

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔ اپنا پتہ صاف اور خوشخط تحریر فرمائیے۔ (ادارہ)

بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے

و“ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا يَسْتَعِينُ التَّقْوَىٰ“



محمد علی شاہ ملزلیٹڈ